نقشِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قومی اسمبلی کے ایک وقفہ سوالات کے دوران ایک سوال کے جواب میں بتایا گیا کہ اسلامی مشاورتی کونسل کو قائم ہوئے پانچ سال گذر چکے ہیں۔ اس عرصہ میں کونسل کے پچپن اجلاس ہوئے اور ممبروں کی تنخواہوں، الاؤنسوں اور سفرخرچ وغیرہ پر پانچ لاکھ ۲۴ ہزار نو سو تیرہ روپے خرچ ہوئے ــــ (نوائے وقت ۔ ۲۴ مئی ۱۹۶۷ء)

مگر سوال یہ ہے کہ ان خطیر اخراجات کے نتیجہ میں کتنے دینی و علمی مسائل منقح ہوئے؟ کتنے مسائل تھے جن کا کوئی شرعی حل اور تحقیقی جواب اسلامی وفقہی ذخائر میں موجود نہ تھا۔ مگر کونسل نے اس کی شرعی حیثیت کو واضح کیا؟ اور پھر بڑی بات یہ کہ کونسل کی کتنی سفارشات تھیں جنہیں عملی جامہ پہنایا گیا۔ کونسل نے اگر دو ایک فقہی حوادث و نوازل از قسم بنکنگ نظام، انشورنس یا بیمہ وغیرہ پر قرآن وسنت کی روشنی میں دیانتدارانہ رائے اور متبادل اسلامی صورتیں پیش کی ہوتیں تو بھی یہ سرکاری "دارالافتاء" اپنی کچھ اہمیت تو منوا لیتا۔ مگر یہاں تو کسی مسئلہ کے ابہام و اغلاق رفع کرنے اور حرام و مشتبہ حیثیت واضح کرنے کی بجائے انہیں "اسلامیانے" کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اور سود و شراب جیسے قطعی مسائل اب تک کونسل کے لئے مشقِ تحقیق بنے ہوئے ہیں ــــ دراصل اسلام کے تمام تحقیقی اور علمی امور اپنے تکمیل و نتائج میں سراسر اخلاص، دیانت، خوف وللہیت، علمی تبحر و بصیرت، دینی تصلب، تفقہ، اصابت رائے، صحت عقائد، احتساب علی اللہ، تقویٰ اور خشیت، احترام سلف، اور پورے اسلامی ورثہ کے تقدس و عظمت پر مبنی ہے۔ نہ کہ فکری زیغ، علمی بے بضاعتی، غیروں کی ذہنی غلامی اور تقلید افرنگ، طمع و لالچ، بھاری بھر سرکاری بجٹ اور امراء و حکام کی سرپرستیوں پر ــــ

اپنی تاریخ پر ایک سرسری نگاہ ڈالئے، ملت محمدیہ (جس کا وصف خصوصی اور شان اعجازی علم و معرفت ہی ہے) کے کتنے قابل فخر امام اور فرد فرید فرزند ہیں جو تنہا اپنی ذات میں ایک انجمن تھے اور جو اپنے پیچھے علم و تحقیق، تصنیف و تالیف اور اجتہادات و استنباطات کی ایک دنیا چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر ان کے یہ نادرہ روزگار کارنامے نہ تو کسی انجمن اور اکیڈمی کی رہینِ منت تھے اور نہ کسی ہسٹاریکل سوسائٹی اور ایجوکیشنل کانفرنس کے۔ ان کی پشت پر نہ تو کوئی عظیم و خطیر شاہی دولت ہوتی تھی نہ علوم و فنون

سے معمور لائبریریاں اور تحقیقاتی ادارے، بلکہ یہ ان مذکورہ اوصاف عالیہ ہی کی کرشمہ سازیاں تھیں کہ ان علماء اور مصنفین میں سے کئی ایک نے وہ وہ علمی کارنامے صحیفۂ عالم پر ثبت کیے کہ اپنی وسعت اور گہرائی کے لحاظ سے اکیلی جان پر پوری امت کہلانے کے مستحق بنے۔ جن کے علمی و استنباطی نقوش سے آج بھی زمانہ کی ستم کاریوں کے باوجود عرب و عجم اور مشرق و مغرب کے خزانے معمور ہیں۔ امتِ محمدیہ کے ایک فرد فرید صاحبِ ہدایہ کے استاد نے ایک ہزار سے زائد جلدوں میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔ ابن عربی نے قرآن کریم کی تفسیر لکھنی شروع کی تو صرف سورہ کہف تک اسی ۸۰ جلد مکمل ہوئے۔ اگر اجل موعود نے تکمیل کا موقعہ دیا ہوتا تو شاید ایک سو ساٹھ جلدیں بن جاتے۔ اور اس میں تعجب کیا جب کہ ان ہی شناورانِ بحر قرآنی کے ایک مایۂ ناز فرد امام فخر الدین رازی کا قول ہے کہ صرف سورۃ فاتحہ سے ایک ہزار مسائل نکالے جاسکتے ہیں۔ ان دلق پوش فقراء میں سے ایک امام محمد سرخسیؒ ہیں جو اقتدار کی تمام نوازشوں سے نہ صرف محروم بلکہ معتوب تھے۔ جنہوں نے زندان کے "چاہ سیاہ" میں بیٹھ کر اوپر سے لکھنے والے شاگردوں کو ۳۰ جلدوں پر مشتمل ہزارہا صفحات کی وقیع علمی، قانونی اور فقہی کتاب مبسوط املاء کرائی جو آج کسی بڑی سوسائٹی اور اکیڈمی کے بس میں نہیں۔ ابن جریر طبری نے قلم برداشتہ اسی ۸۰ جلدوں میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔ یعقوب بن ابی شیبہؒ نے اپنی مسند کے لئے دو سو جلدوں کا تخمینہ لگایا۔ اور امت محمدیہ کے ایک فرزند جلیل کی ایک تصنیف کے لئے چالیس کاتب متعین ہوئے۔ یہ ان لوگوں کی کسی ایک تصنیف کی مجلدات کی تعداد ہے۔ پھر ان میں سے کتنے ہیں کہ ان کی ضخیم تصانیف کی تعداد دہائیوں اور سینکڑوں بلکہ ہزار سے متجاوز ہوچکی ہیں۔ یہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ ہیں اور یہ ہمارے قریبی عہد کے حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی جن کی بلند پایہ علمی تالیفات کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ پھر علم و فن کی یہ فتوحات صرف علوم دین و شریعت اور ان کے سینکڑوں شعبوں تک محدود نہ تھیں بلکہ دنیا بھر کے علوم از قسم طبعیات، الٰہیات، تاریخ، ریاضی، جغرافیہ، طبقات الارض، معاشیات و معاشرت، جبر و حساب، حکمت و طب، کیمیا، ہندسہ و ہئیت، سیاست، عمرانیات، تجارت و حرفت، تعمیرات و انجینئرنگ، سائنس و فلسفہ وغیرہ کے مرتب و مدون بلکہ اکثر کے موجد بنے۔ یہ سب نبی امی (فداہ ابی و امی علیہ الصلوٰۃ والسلام) مگر علم الاولین والآخرین کے شانِ اعجاز ہی کے کرشمے تھے۔ انہی کا فیض، انہی کا پرتو۔ مگر جب غور و فکر کے رشتے اس سرچشمہ علوم اور منبع معرفت سے کاٹ دئے گئے ذہن اوروں کے غلام ہوگئے اور نگاہیں غیروں پر جم گئیں تو علم و حکمت کے وہ سوتے خدا نے خشک کر دئے۔ روح القدس نے اپنی مدد کھینچ لی اور اب ہمارے سکالر، محقق اور فلاسفر صرف غیروں کے نقال و ترجمان بن کر رہ گئے۔ ان بے جان لاشوں کا مصرف صرف